لغات واعرابِ قرآن (۲۵)

پروفیسر حافظ احمد یار

سورۃ البقرۃ (۱۸)☆

(آیت : ۲۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

ملاحظہ: کتاب میں حوالہ کے لیے قطعہ بندی (پیراگرافنگ) میں بنیادی طور پر تین ارقام (نمبر) اختیار کیے گئے ہیں سب سے پہلا (دائیں طرف والا) ہندسہ سورۃ کا نمبر شمار ظاہر کرتا ہے اس سے اگلا (درمیانی) ہندسہ اس سورۃ کا قطعہ نمبر (جو زیرِ مطالعہ ہے اور جو کم از کم ایک آیت پر مشتمل ہوتا ہے) ظاہر کرتا ہے۔ اس کے بعد والا (تیسرا) ہندسہ کتاب کے مباحثِ اربعہ (اللغۃ' الاعراب' الرسم اور الضبط) میں سے زیرِ مطالعہ مبحث کو ظاہر کرتا ہے یعنی علی الترتیب اللغۃ کے لیے ۱' الاعراب کے لیے ۲' الرسم کے لیے ۳' اور الضبط کے لیے ۴ کا ہندسہ لکھا گیا ہے بحث اللغۃ میں چونکہ متعدد کلمات زیرِ بحث آتے ہیں اس لیے یہاں حوالہ کی مزید آسانی کے لیے نمبر ۱ کے بعد قوسین (بریکٹ) میں متعلقہ کلمہ کا ترتیبی نمبر بھی دیا جاتا ہے مثلاً ۲:۵:۱(۳) کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث اللغۃ کا تیسرا لفظ اور ۲:۵:۳ کا مطلب ہے سورۃ البقرہ کے پانچویں قطعہ میں بحث الرسم۔ وھکذا۔

۲:۱۸: الإعراب

آیت زیرِ مطالعہ دراصل پانچ مستقل چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے جن میں سے بعض واوِ عاطفہ کے ذریعے باہم ملا دئے گئے ہیں۔ اعراب کی تفصیل یوں ہے:۔

☆ لغات واعرابِ قرآن کی پچھلی قسط میں سورۃ البقرہ کے ساتھ ۱۹ نمبر درج تھا۔ قارئین نوٹ فرمالیں کہ وہ درست نہیں تھا۔ سورۃ کے نام کے ساتھ درج کردہ نمبر درحقیقت قطعہ نمبر کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے قبل قطعہ نمبر ۱۷ حکمتِ قرآن کے دو شماروں میں منقسم ہو کر شائع ہوا تھا۔ اس کی دوسری قسط میں عنوان کے ساتھ غلطی سے نمبر ۱۸ درج کر دیا گیا تھا۔ نوٹ فرما لیجئے کہ مئی میں شائع شدہ قسط دراصل قطعہ نمبر ۱۷ کی دوسری قسط تھی' اسی طرح جون میں شائع ہونے والی قسط کو قطعہ نمبر ۱۸ کا جزوِ اوّل قرار دینا صحیح ہو گا۔

© rasailojaraid.com

(۱) وبشّر الذین اٰمنو وعملوا الصلحت اَنَّ لھم جنت تجری من تحتھا
الانھر ۔

[وَ] عاطفہ ہے جو اس (آنے والے) جملے کو سابقہ جملے (آیت) سے ملاتی ہے۔[بَشِّرْ] فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر ہے جس میں ضمیر فاعل " انتَ" مستتر ہے۔[الَّذِیْنَ] اسم موصول یہاں فعل (بَشِّرْ) کا مفعول بہ ہو کر منصوب ہے۔ یعنی " تو خوشخبری سنا ان لوگوں کو جو کہ ...." [آمنوا] فعل ماضی معروف مع ضمیر فاعلین " ھم " جملہ فعلیہ بن کر " الذین " کا صلہ ہے۔ (بلکہ یہاں سے صلہ شروع ہوتا ہے)۔ [وعملوا] میں " وَ " عاطفہ ہے جس کے ذریعے " عملوا " کا " آمنوا " پر عطف ہے۔[الصالحات] فعل " عملوا " کا مفعول بہ (لھذا) منصوب ہے ہے۔ اس میں علامتِ نصب آخری " ت " کا کسرہ (ـِ) ہے کیونکہ یہ جمع مؤنث سالم ہے۔[أَنَّ] حرف مشبّہ بالفعل ہے جس سے پہلے ایک "باء" محذوف ہے جو فعل " بشّر" کے بعد آتی ہے یعنی دراصل یہ "بِأَنَّ" ہی ہے۔
[لھم] جار (لِ) اور مجرور (ھم) مل کر " أَنَّ " کی خبر مقدم کا کام دے رہا ہے اور [جناتٍ] اس (أَنَّ) کا اسم مؤخر ہے گویا دراصل عبارت " ان جناتٍ لھم " تھی۔ " لھم " کے مقدم ہونے سے اس میں " ان ہی کے لیے (ہیں) " کا مفہوم پیدا ہو گیا ہے۔ [تجری] فعل مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب ہے جس کی تانیث اس کے فاعل (جو آگے آرہا ہے) کی جمع تکسیر کی وجہ سے ہے۔[من تحتھا] جار مجرور [" مِنْ " جار + تحت ظرف مضاف مجرور + ھا ضمیر مجرور] مل کر فعل " تجری " سے متعلق ہے اور [الانھارُ] فعل " تجری " کا فاعل (لھذا) مرفوع ہے گویا اس عبارت کی سادہ نثر یوں بنتی ہے۔ " تجری الانھار من تحتھا " اور یہ پورا جملہ فعلیہ (تجری من تحتھا الانھار) لفظ " جناتٍ (نکرہ موصوفہ) کی صفت ہو کر محلاً منصوب ہے۔ (کیونکہ " جناتٍ " اسم " انّ " منصوب تھا) اگر صرف " تجری " کو

om

"جنات" کی صفت سمجھ لیا جائے تو ترجمہ ہو جائے گا "ایسے باغات جو بہتے ہیں" اور یہ بالکل غلط ہو گا۔ کیونکہ باغات نہیں بہتے بلکہ نہریں بہتی ہیں۔ پورے فقرے (تجری من تحتھا الانھار) کو "جنات" کی صفت ماننے سے ترجمہ ہو گا "ایسے باغات جو کہ بہتی ہیں (یا ہوں گی) ان کے نیچے نہریں" یعنی جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی یعنی ان میں پانی رواں ہو گا (دریا یا نہر نہیں بلکہ اس کا پانی بہتا ہے۔ مگر عربی اردو دونوں کے محاورے میں "بہنے" کے فعل کی نسبت دریا یا نہر کی طرف ہی کی جاتی ہے)۔ اس پورے لمبے جملے میں "الذین امنوا وعملوا الصالحات" تو فعل "بشر" کا پہلا مفعول (جس کو خوشخبری دی جائے) ہے اور "أن لھم جنات تجری من تحتھا الانھار" پورا جملہ اس (لبشر) کا دوسرا مفعول (جس چیز کی خوشخبری دی جائے) ہے۔

(۲) کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقًا

[کلّما] میں "ما" ظرفیہ بمعنی "جب" ہے اور "کلّ" کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے "کلّ" بھی ظرفیت کے ساتھ منصوب (کُلَّ) ہو گیا ہے اور یہ پوری ترکیب (کُلَّما) ظرفِ زمان بمعنی شرط ہے یعنی "جب کبھی بھی" یا "جب بھی" کے معنی دیتا ہے۔ [رُزِقوا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ جس میں ضمیر متصل "ھم" نائب فاعل کے لیے موجود ہے۔ [منھا] جار مجرور متعلق فعل (رُزِقوا) ہے یعنی "وہ دیے گئے یا ان کو دیا گیا اس میں سے" تاہم شرط کی بنا پر ترجمہ مستقبل کے ساتھ ہو گا۔ (شرط ماضی پر نہیں ہوتی)۔ یعنی "ان کو دیا جائے گا اس میں سے"۔ اس (منھا) کی ضمیر مجرور (ھا) "جنات" کے لیے ہے۔ [من ثمرۃ] یہ جار (من) مجرور (ثمرۃٍ) مل کر سابقہ "منھا" کا بدل ہے اور بدل الاشتمال ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کہیں "اکلت من بستانك من الرمان شیئًا" (میں نے تیرے باغ میں سے اناروں سے کچھ کھایا) اس میں "من الرمان" "من بستانك" کا بدل الاشتمال

© rasailojaraid.com

(رزقنا) " الذی " کے صلہ کا ہی ایک حصہ ہے جس میں ضمیر عائد محذوف ہے یعنی دراصل " ما رزقناہ " ہے۔ [من قبل] من حرف الجر اور "قبل" ظرف ہے اور یہاں اس کا مضاف الیہ محذوف ہے اس لیے یہ ضمہ (ـُ) پر مبنی رہ گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "پہلے بھی" ہوگا ـــ اور یہ جار مجرور (من قبل) فعل " رُزِقنا " سے متعلق ہے۔ اور یہ سارا جملہ (رزقنا من قبل) اسم موصول " الذی " کا صلہ ہے اور یہ صلہ موصول مل کر " ھذا " کی پوری خبر بنتا ہے۔ اس پورے جملہ اسمیہ (ھذا الذی رزقنا من قبل) کا لفظی ترجمہ ہوگا " یہ وہ ہے جو دیا گیا ہم کو پہلے بھی "

(۴) وَاُتوا بہ متشابھاً

[وَ] یہاں حالیہ بھی ہو سکتی ہے اس صورت میں " وَ " کے بعد ایک " قَدْ " محذوف سمجھا جائے گا اور اس کا تعلق سابقہ جملے کے ساتھ ہوگا۔ یعنی وہ یہ بات کہیں گے (قالوا .... مندرجہ بالا ۳) اس حالت میں کہ ان کو دیا جا چکا (اتوا) .... اور چاہیں تو اسے واو الاستیناف سمجھ لیں یعنی یہاں سے ایک نیا جملہ شروع ہو رہا ہے اس صورت میں اس کا اردو ترجمہ صرف "اور" سے کیا جائے گا۔ [اُتُوا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر مرفوع متصل " ھم " موجود ہے (آخری " و " کی شکل میں) جو نائب فاعل کا کام دے رہی ہے۔ [بہ] جار مجرور متعلق فعل "اُتُوا" ہے یعنی پہلے فعل " اتی یاتی " پر " بِ " لگا کر اسے متعدی بنایا گیا اور پھر متعدی سے مجہول بنایا گیا ہے ـــ ضرورت ہو تو اس " اتوا بہ " کی لغوی بحث اوپر دیکھ لیجئے یعنی <u>۲ : ۱۸ : ۱ (۸)</u> میں ـ " بہ " کی ضمیر مجرور " رزق " کے لیے ہے (جس کا " رُزِقنا " میں ذکر ہے)۔ یوں " اتوا بہ " کا ترجمہ بنتا ہے " ان کے سامنے لایا گیا وہ (رزق) " ـــــ

[متشابھا] حال ہے (نصب کی وجہ یہی ہے)، یعنی " ملتا جلتا ہوا "

© rasailojaraid.com

ہے۔ترجمہ ہوگا "کسی پھل میں سے یا کوئی پھل" [رِزْقًا] یہ فعل "رُزِقُوا" کا مفعول ثانی (لھذا) منصوب ہے (پہلا مفعول ضمیر نائب فاعل "ھم" تھی)۔ اس طرح "کلما رزقوا منھا من ثمرۃ رزقا" کا ترجمہ بنتا ہے "جب کبھی بھی وہ دئے جائیں گے (ان کو دی جائے گی) ان (باغات) میں سے (یعنی) کسی (قسم کے) پھل سے کچھ روزی یا غذاء" ___ اور یہ بھی ممکن ہے کہ "رزقاً" کو مفعول لہٗ سمجھ لیا جائے۔اس صورت میں عبارت کے آخری حصے کا ترجمہ ہوگا۔ "روزی یا غذا کی خاطر" اردو کے صرف ایک مترجم نے "رزقا" کو مفعول سمجھ کر ترجمہ "کسی پھل کی غذا" کیا ہے۔بیشتر حضرات نے اسے مفعول لہٗ سمجھ کر ہی ترجمہ "کھانے کو" کے ساتھ کیا ہے۔اور اگر یہاں "من ثمرۃ" (کچھ پھل) کا ذکر نہ ہوتا تو "رزقا" کو فعل "رزقوا" کا مفعول مطلق بھی سمجھا جاسکتا تھا۔کیونکہ یہاں بات اب بھرپور روزی کی نہیں ہورہی جو مفعول مطلق کا تقاضا تھا ___ اس پورے جملے (کلما رزقوا منھا من ثمرۃ) کو "جنات" کی صفت ثانیہ بھی سمجھا جاسکتا ہے۔ اور اسے جملہ مستأنفہ (الگ جملہ) بھی قرار دیا جاسکتا ہے تاہم یہ ایک نامکمل جملہ ہے اس لیے کہ اس میں صرف شرط کا بیان ہوا ہے جوابِ شرط اس سے اگلے جملے میں ہے جس کے ساتھ مل کر یہ جملہ شرطیہ مکمل ہوگا ___ یعنی

(۳) قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل

[قَالُوا] فعل ماضی کا صیغہ مع ضمیر الفاعلین "ھم" ہے۔مگر یہاں سے "کُلَّمَا" والے جملے کا جوابِ شرط شروع ہورہا ہے۔اس لیے اس کا ترجمہ مستقبل کی طرح "تو کہیں گے" ہوگا۔ [ھذا] اسم اشارہ مبتدأ مرفوع ہے۔[الذی] اسم موصول (ھذا) کی خبر ہے لھذا مرفوع ہے۔ جیسے کہیں "ھذا الرجلُ" [رُزِقْنَا] فعل ماضی مجھول صیغہ جمع متکلم ہے۔ جس میں ضمیر مرفوع متصل "نَا" نائب فاعل کا کام دے رہی ہے۔اور یہ جملہ فعلیہ

(رزقنا) " الذی " کے صلہ کا ہی ایک حصہ ہے جس میں ضمیر عائد محذوف ہے یعنی دراصل " ما رزقناہ " ہے ۔ [من قبل] من حرف الجر اور " قبل " ظرف ہے اور یہاں اس کا مضاف الیہ محذوف ہے اس لیے یہ ضمہ (ـُـ) پر مبنی رہ گیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ " پہلے بھی " ہو گا ۔ اور یہ جار مجرور (من قبل) فعل " رُزِقنا " سے متعلق ہے ۔ اور یہ سارا جملہ (رزقنا من قبل) اسم موصول " الذی " کا صلہ ہے اور یہ صلہ موصول مل کر " ھذا " کی پوری خبر بنتا ہے ۔ اس پورے جملہ اسمیہ (ھذا الذی رزقنا من قبل) کا لفظی ترجمہ ہو گا " یہ وہ ہے جو دیا گیا ہم کو پہلے بھی "۔

(۴) وَاُتُوا بہٖ متشابِھًا

[وَ] یہاں حالیہ بھی ہوسکتی ہے اس صورت میں " وَ " کے بعد ایک " قَدْ " محذوف سمجھا جائے گا اور اس کا تعلق سابقہ جملے کے ساتھ ہو گا ۔ یعنی وہ یہ بات کہیں گے (قالوا .... مندرجہ بالا ۳) اس حالت میں کہ ان کو دیا جاچکا (اُتوا) .... اور چاہیں تو اسے واو الاستیناف سمجھ لیں یعنی یہاں سے ایک نیا جملہ شروع ہو رہا ہے اس صورت میں اس کا اردو ترجمہ صرف " اور " سے کیا جائے گا ۔ [اُتُوا] فعل ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب ہے جس میں ضمیر مرفوع متصل " ھم " موجود ہے (آخری " ا " کی شکل میں) جو نائب فاعل کا کام دے رہی ہے ۔ [بہٖ] جار مجرور متعلق فعل " اُتُوا " ہے یعنی پہلے فعل " اتی یاتی " پر " بِ " لگا کر اسے متعدی بنایا گیا اور پھر متعدی سے مجہول بنایا گیا ہے ـــــ ضرورت ہو تو اس " اتوا بہ " کی لغوی بحث اوپر دیکھ لیجئے یعنی ۲ : ۱۸ : ۱ (۸) میں ـ " بہ " کی ضمیر مجرور " رزق " کے لیے ہے (جس کا " رُزِقنا " میں ذکر ہے) ۔ یوں " اتوا بہ " کا ترجمہ بنتا ہے " ان کے سامنے لایا گیا وہ (رزق) " ـــــ

[متشابھا] حال ہے نصب کی وجہ یہی ہے ، یعنی " ملتا جلتا ہوا "

© rasailojaraid.com

یا اردو محاورے کے مطابق صرف " باہم ملتا جلتا " اس طرح اس جملہ (واتوابہ متشابھًا) کا ترجمہ بطور جملہ مستانفہ یوں ہوگا " اور ان کو لائے گئے (وہ دیئے گئے) وہ (رزق یا پھل) باہم ملتا جلتا "

(۵) ولھم فیھا ازواج مطھرۃٌ

[وَ] عاطفہ اور [لھم] جار مجرور مل کر خبر مقدم کا کام دے رہا ہے۔ ضمیر " ھم " کا مرجع " الذین امنوا...... " ہے۔ [فیھا] یہ جار مجرور متعلق خبر (لھم) ہے اور اس میں ضمیر مجرور " ھا " " جنات " کے لیے ہے۔ [ازواجٌ] مبتدأ مؤخر (نکرہ) مرفوع ہے [مطھرۃ] " ازواج " کی صفت ہے چونکہ موصوف جمع مکسر ہے لہٰذا اس کی صفت بصیغہ واحد مؤنث آئی ہے۔ اس طرح اس جملے (ولھم فیھا ازواج مطھرۃ) کا ترجمہ ہوگا " اور ان کے لیے (ہونگی) ان (باغات) میں پاکیزہ بیویاں "۔ یہ جملہ " وَ " عاطفہ کے ذریعے اپنے سے سابقہ جملے پر عطف ہے۔

(۶) وھم فیھا خلدون

[وَ] عاطفہ اور [ھم] مبتدأ مرفوع ہے۔ [فیھا] جار مجرور متعلق خبر (جو آگے آرہی ہے) ہے۔ یہاں بھی ضمیر " ھا " کا مرجع " جنات " ہی ہے۔ [خلدون] ھم کی خبر مرفوع ہے۔ علامتِ رفع آخری نونِ اعرابی سے پہلے آنے والی " وٗ " ماقبل مضموم (ـُـ وْ) ہے جو جمع مذکر سالم میں علامتِ رفع ہوتی ہے۔ یہ عبارت سادہ نثر میں " وھم خالدون فیھا " تھی جس میں فاصلۂ آیت کی رعائت سے " خالدون " آخر پر لایا گیا ہے اور " فیھا " کے مقدم ہونے سے اس میں " اس ہی میں " کا مفہوم بھی پیدا ہو گیا ہے۔

نوٹ : آپ نے دیکھا کہ یوں تو یہ آیت (زیرِ مطالعہ) قریباً چھ چھوٹے جملوں پر مشتمل ہے جس کو علامات وقف کے ذریعے (مثلاً وقفِ مطلق " ط " لگا کر)

اوّلاً تین بڑے جملوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی پہلا جملہ "الانھار" پر دوسرا "متشابھًا" پر اور تیسرا "خالدون" پر ختم ہوتا ہے۔ پھر ان جملوں میں سے بعض آپس میں اس قدر مربوط ہیں (مثلاً شرط اور جواب شرط ہونے کی بنا پر۔ دیکھئے ۲:۲ مندرجہ بالا) کہ ان کے درمیان وقف کرنا درست نہیں۔ اس لیے وہاں علامتِ وقف ناجائز (لا) لگائی گئی ہے۔ علامات الوقف ہمیشہ عبارت کی ترکیب نحوی کے پیشِ نظر مقرر کی جاتی ہیں۔ اعراب اور ترکیبِ نحوی کے اختلاف کی بناء پر مختلف ملکوں کے علماء کے نزدیک وقف کی جگہوں اور علامتوں میں فرق بھی ہوتا ہے۔ ہم نے اوپر (شروع آیت میں) برصغیر کے حوالے سے یہ علامت درج کی ہیں۔ مگر جملوں کے علیحدہ علیحدہ اعراب میں بعض دوسرے امکانات بھی بیان ہوتے ہیں۔

۲:۱۸:۳ الرسم

وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم
جنت تجری من تحتھا الانھر۔ کلما رزقوا منھا
من ثمرۃ رزقا قالوا ھذا الذی رزقنا من قبل
واتوا بہ متشابھا۔ ولھم فیھا ازواج مطھرۃ وھم
فیھا خالدون ۝۲۵

زیرِ مطالعہ آیت (جو قریباً ۲۵ کلمات پر مشتمل ہے) کے بیشتر کلمات کا رسم عثمانی اور رسم املائی یکساں ہے صرف سات کلمات بلحاظ رسم عثمانی توجہ طلب ہیں یعنی "الصالحات، جنات، الانھار، کلما، متشابھًا"، ازواج اور خالدون" (یہاں ہم نے ان تمام کلمات کو رسم املائی کے مطابق ہی لکھا ہے تاکہ آپ کو ان کے رسم عثمانی کا فرق معلوم ہو جائے۔

اب ہم ان میں سے ہر ایک کے رسم پر بالتفصیل بات کرتے ہیں۔

● مندرجہ بالا کلمات میں سے چار کلمات یعنی "الصالحات، جنات، الانھار

© rasailojaraid.com

اور خالدون " تو رسم عثمانی میں بالاتفاق بحذف الف لکھے جاتے ہیں یعنی قرآن کریم میں ان کو ہمیشہ اور ہر جگہ " الصلحت "، "جنت"، "الانھر" اور "خلدون" کی صورت میں لکھا جاتا ہے ۔ نوٹ کیجئے " الصلحت " میں سے دو الف حذف ہوئے ہیں (ایک "ص" کے بعد دوسرا " ح " کے بعد)، "جنت" میں ایک الف ("ن" کے بعد) "الانھر" میں ایک الف ("ھ" کے بعد) اور " خلدون " میں بھی ایک الف ("خ" کے بعد) حذف ہوا ہے ۔

● ترکی، ایران اور چین کے مصاحف میں یہ چاروں کلمات باثبات الف یعنی رسم املائی کی طرح لکھنے کا رواج ہو گیا ہے جو متفقہ رسم عثمانی کی صریح خلاف ورزی ہے ۔ برصغیر کے اکثر اہل علم کتابِ مصاحف (مثلاً منشی ممتاز علی ۔ دہلی — محمد قاسم لدھیانوی اور میرزا محمد علی ۔ بمبئی) نے ان چاروں کلمات کو بحذف الف ہی لکھا ہے (یعنی رسم عثمانی کے مطابق) ۔

● آیت زیر مطالعہ کے دو کلمات " متشابھًا " اور " ازواج " میں الف (پہلے کلمہ میں " ش " کے بعد اور دوسرے کلمہ میں " و " کے بعد) کے حذف یا اثبات میں اختلاف ہے ۔ الدانی نے المقنع میں یہاں حذفِ الف کی تصریح نہیں کی اور یہی وجہ ہے کہ لیبیا کے " مصحف الجماھیریہ " میں یہ دونوں کلمات باثبات الف (متشابھًا اور ازواج کی شکل میں) لکھے گئے ہیں ۔ ہمارے ہاں ۔ برصغیر میں — (مثلاً انجمن حمایت اسلام کے نسخہ میں)، بلکہ ترکی، ایران اور چین کے مصاحف میں بھی یہ دونوں کلمات باثبات الف ہی لکھے جاتے ہیں — اس کے برعکس الدانی کے شاگرد ابوداؤد کی تصریح کی بنا پر[1] عرب اور افریقی ممالک (ماسوائے لیبیا) کے مصاحف میں یہ کلمات بحذف الف لکھے جاتے ہیں (یعنی " متشبھا " اور " ازوج " کی صورت میں) گویا برصغیر کے مصاحف بلحاظ " رسم " بہت سی چیزوں میں

اہل لیبیا کے مصاحف کے موافق ہیں۔ اگرچہ وجہِ موافقت مختلف ہے۔ اہلِ لیبیا الدانی اور ابوداؤد میں اختلاف کی صورت میں " الدانی " کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جب کہ عام عرب ممالک اس صورت میں ابوداؤد کے قول کو فائق سمجھتے ہیں۔ البتہ برصغیر کے مصاحف میں ترکی اور ایران کے مقابلے پر " رسم " کی اغلاط نسبتاً کم ہیں ___ اور اہل لیبیا سے ان کی ۔ بعض کلمات میں موافقت غالباً محض اتفاق ہے[۲]۔

● ساتویں کلمہ (جیسے کلمات پر اوپر بات ہوئی ہے) " كُلَّمَا " کے رسمِ عثمانی کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ کلمہ قرآن کریم میں ہر جگہ موصول (یعنی " كُلَّ " اور " مَا " کو ملاکر) لکھا جاتا ہے۔ یہ لفظ مجموعی طور پر قرآن کریم میں سترہ دفعہ آیا ہے۔ ان میں سے صرف پانچ مقامات (النساء : ۹۱ ، الاعراف : ۳۸، ابراہیم : ۳۴ ، المومنون : ۴۴ اور الملک : ۸) پر اسے مقطوع (بصورت " كُلَّ مَا ") لکھنے کا ذکر کتبِ رسم میں آیا ہے، بلکہ ان میں سے بھی متفق علیہ مقطوع تو صرف ایک جگہ (ابراہیم : ۳۴) ہے۔ باقی مقامات پر اسے مفعول یا موصول لکھنے میں اختلاف ہے[۳]۔ ان سب مقامات کی وضاحت اپنی اپنی جگہ ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۴ : ۱۸ : ۲ الضبط

---

[۱] جس کا ذکر بعد کے مصنفین مثلاً صاحب " مورد الظمآن " نے کیا ہے۔ ابوداؤد کی کتاب " التنزیل فی ھجاء المصاحف " ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ اس کے مندرجات کے بارے میں ہماری معلومات کا ذریعہ بعد کی تالیفات ہی ہیں خصوصاً مورد الظمآن للخراز (المتوفی ۷۱۸ھ) مثلاً ان دو کلمات کے حذف الف کا ذکر دیکھئے دلیل الحیران (شرح مورد الظمآن) ص ۹۲ اور ص ۱۰۲

[۲] اس موضوع پر بالتفصیل بحث " الفاتحہ : ۶ یعنی ۱: ۵ : ۳ میں لفظ " الصراط " کے رسم کے ضمن میں ہو چکی ہے۔

[۳] دیکھئے دلیل الحیران (نیز) ص ۲۹۵-۲۹۶ اور الشاطبی (العقیلہ) ص ۹۲

© rasailojaraid.com